کیا یزید جہاد قسطنطنیہ میں شریک تھا؟

مرتبہ

ابوالعادل سید محمد عاقل ہمدانی قادری شجاع آبادی

کیا
یزید جہاد قسطنطنیہ
میں شریک تھا؟

مرتبہ

ابوالعادل سید محمد عاقل ہمدانی قادری شجاع آبادی

نام کتاب۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔کیایزید جہاد قسطنطنیہ میں شریک تھا؟

مرتب۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ابوالعادل سید محمد عاقل ہمدانی قادری شجاع آبادی

کمپیوٹررائنر۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ایضاً

مطبوعہ ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔غیر مطبوعہ

تاریخ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔10/جولائی2004ء

ای میل۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔aaqilh866@gmail.com

شاہ است حسین و بادشاہ است حسین

دین است حسین و دین پناہ است حسین

سر داد و نداد دست در دستِ یزید

حقّا کہ بنائے لا الہ الا اللہ است

(حضرت خواجہ معین الدین چشتی رضی اللہ عنہ)

خُدایا بحقِ بنی فاطمہ
کہ بر قول ایماں کُنی خاتمہ
اگر دعوتم رد کُنی بر قبول
من و دست و دامانِ آلِ رسول

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

آج امت مسلمہ میں کچھ ایسے شقی لوگ پیدا ہو گئے ہیں کہ جو یزید پلید کو حق پر پیش کر کے یزید کو امیر المومنین کہتے ہیں اور نوجوانانِ سردارِ جنت سیدنا امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو غلط ثابت کر کے یزید کو جنت کا مستحق قرار دے کر اپنے ایمان کو تباہ و برباد کر رہے ہیں۔ اور یہ ثابت کرنا چاہتے ہیں کہ حضور ﷺ کی بشارت کے تحت جو قسطنطنیہ کے جہاد میں شریک ہو گا وہ جنتی ہے تو یزید اس جہاد میں شریک تھا۔

علماء کی کتب سے سے جو مواد اس حوالے میرے پاس موجود ہے اُس کو مرتب کر کے ایک کتابچے کی شکل میں پیش کر رہا ہوں۔ اللہ تعالیٰ اس حقیر فقیر کی اس کوشش کو قبول فرما کر اس کا حشر قیامت میں امام عالی مقام سیدنا امام حسین کے جھنڈے کے سائے تلے کرے۔ آمین یارب العالمین وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وبارک وسلم۔

نیاز مند

ابو العادل سید محمد عاقل ہمدانی قادری شجاع آبادی

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

قَالَ مَحۡمُوۡدُ بۡنُ الرَّبِیۡعِ فَحَدَّثۡتُهَا قَوۡمًا فِیۡهِمۡ اَبُوۡاَیُّوۡب الۡاَنۡصَارِیُّ صَاحِبُ رَسُوۡلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیۡهِ وَسَلَّمَ فِیۡ غَزۡوَتِهِ الَّتِیۡ تُوُفِّیَ فِیۡهَاوَیَزِیۡدُ بۡنُ مُعَاوِیَةَ عَلَیۡهِمۡ بِاَرۡضِ الرُّوۡمِ فَاَنۡکَرَهَا عَلَیَّ اَبُوۡاَیُّوۡب قَالَ وَاللّٰهِ مَآ اَظُنُّ رَسُوۡلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیۡهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَا قُلۡتَ قَطُّ فَکَبُرَ ذٰلِكَ عَلَیَّ فَجَعَلۡتُ لِلّٰهِ عَلَیَّ اِنۡ سَلَّمَنِیۡ حَتّٰی اَقۡفُلَ مِنۡ غَزۡوَتِیۡ اَنۡ اَسۡءَلَ عَنۡهَا عِتۡبَانَ بۡنَ مَالِكٍ اِنۡ وَجَدۡتُّهُ حَیًّا فِیۡ مَسۡجِدِ قَوۡمِهٖ فَقَفَلۡتُ فَاَهۡلَلۡتُ بِحَجَّةٍ اَوۡبِعُمۡرَةٍ ثُمَّ سِرۡتُ حَتّٰی قَدِمۡتُ الۡمَدِیۡنَةَ فَاَتَیۡتُ بَنِیۡ سَالِمٍ فَاِذَا عِتۡبَانُ شَیۡخٌ اَعۡمٰی یُصَلِّیۡ لِقَوۡمِهٖ فَلَمَّا سَلَّمَ مِنَ الصَّلٰوةِ سَلَّمۡتُ عَلَیۡهِ وَاَخۡبَرۡتُهُ مَنۡ اَنَا ثُمَّ سَاَلۡتُهُ عَنۡ ذٰلِكَ الۡحَدِیۡثِ فَحَدَّثَنِیۡهِ کَمَا حَدَّثَنِیۡهِ اَوَّلَ مَرَّةٍ۔

(التہجد باب صلوۃ النوافل جماعۃ ص158)

حضرت محمود بن ربیع رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا میں نے یہ حدیث ان لوگوں کے سامنے بیان کی جنمیں حضرت ابوایوب انصاری رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے صحابی موجود تھے اس غزوہَ میں جسمیں انھوں نے وفات پائی تھی اور ان پر یزید بن معاویہ امیر تھا سرزمین روم میں۔ تو حضرت ابوایوب نے اس کا انکار فرمایا اور کہا کہ بخدا میں یہ گمان نہیں کرتا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے وہ فرمایا ہوگا جو تم نے کہا۔ یہ بات مجھ پر بہت گراں گزری اور میں نے اللہ کے لئے عہد کرلیا کہ اگر اللہ نے مجھے سلامت رکھا یہاں تک کہ میں اس جنگ سے لوٹوں تو حضرت عتبان سے ان کی قوم کی مسجد میں پوچھونگا اگر ان کو

زندہ پاؤں گا تو۔ میں لوٹا اور حج یا عمرے کا احرام باندھا اور مدینہ آیا پھر بنی سالم محلے میں آیا تو دیکھا کہ عتبان بوڑھے نابینا ہیں اور اپنی قوم کو نماز پڑھا رہے ہیں جب انھوں نے نماز سے سلام پھیرا تو میں نے انھیں سلام کیا اور بتایا کہ میں کون ہوں، پھر اس حدیث کے بارے میں سوال کیا تو جیسے پہلے بیان کیا تھا ویسے ہی پھر بیان فرمایا۔

شارح بخاری مفتی محمد شریف الحق امجدی علیہ الرحمۃ لکھتے ہیں۔

۔۔۔سیدنا ابو ایوب انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے شک کی بنیاد یہ ہے کہ اس کے اخیر میں یہ ہے کہ اللہ عزوجل نے اسے جہنم پر حرام فرمایا ہے جس نے اللہ کی رضا کے لئے لا الہ الا اللہ کہا۔ اس سے بظاہر یہ مستفاد ہوتا ہے کہ مومنین میں جو فساق و فجار ہیں وہ جہنم میں نہیں جائیں گے۔ یہ بہت سی آیات و احادیث کے خلاف ہے۔ اس لئے حضرت ابو ایوب انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے انکار فرمادیا۔ حضرت محمود بن ربیع نے یہ خیال کر کے کہ شاید مجھ سے سننے میں یا یاد رکھنے میں غلطی ہوگئی ہو۔ دوبارہ حضرت عتبان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمت میں حاضر ہو کر اطمینان فرمالیا کہ میں نے جو یاد رکھا تھا وہ صحیح ہے۔

ویزید بن معاویة علیهم۔ عام طور پر مشہور ہے کہ یہ قسطنطیہ پر پہلا حملہ تھا۔ اس کی وجہ سے ایک اشکال یہ پیدا ہو گیا کہ اس لشکر کا سپہ سالار یزید تھا یا کم از کم اس میں شریک ضرور تھا۔ اور خود بخاری کتاب الجہاد (باب ما قیل فی قتال الروم ص۔410) میں یہ حدیث ہے۔

اول جیش من امتی یغزون مدینة قیصر مغفورٌ له۔

میری امت کا جو پہلا لشکر قیصر کے شہر پر حملہ کرے گا اس بخشدیا جائے گا۔ اس لشکر میں یزید شریک تھا اس لئے ثابت کہ وہ بخشا بخشایا ہے۔ حتیٰ کہ مہلب جیسے عظیم

محدث بھی اس رو میں بہہ گئے۔ اگرچہ مہلب کی اس نکتہ آفرینی کا جملہ محدثین نے رد کیا ہے جو فتح الباری، عمدۃ القاری، قسطلانی وغیرہ دیکھنے والوں کو معلوم ہے۔

۔۔۔۔۔ یہاں بنیادی طور پر دو باتیں غور طلب ہیں۔ اس حدیث میں قسطنطیہ کا نام نہیں۔ مدینہ قیصر ہے یعنی قیصر کے شہر۔ مدینہ قیصر کا ترجمہ یا مطلب کسی لغت میں قسطنطنیہ نہیں۔۔۔۔۔ قیصر کے حدود سلطنت کا کوئی بھی شہر مدینہ قیصر ہو سکتا ہے۔ اب آیئے دیکھئے کہ قیصر کے شہر پر پہلا حملہ کب ہوا۔

تاریخ وسیر کا ادنیٰ واقف کار جانتا ہے کہ قیصر کے شہر پر پہلا حملہ خود حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے عہد مبارک 8ھ جمادی الاولیٰ میں ہوا جس کا نام غزوۂ موتہ ہے۔ اب اس بشارت کے مستحق غزوۂ موتہ کے شرکاء ہیں۔ اور اگر ''مدینہ قیصر'' سے اس کا دارالسطنت مراد لیا جائے تو جس وقت حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے یہ ارشاد فرمایا تھا اسوقت قیصر کا دارالسلطنت حمصُ تھا۔ جو عہد فاروقی 16ھ میں فتح ہوا۔ اب اس بشارت کے مورد، فاتحین حمص ہیں۔

دوسری غور طلب بات یہ ہے کہ اگر کسی کو ضد ہو کہ مدینہ قیصر سے مراد قسطنطنیہ ہی ہے تو اگرچہ ضد کا کوئی علاج نہیں مگر حضرت امام عالی مقام سیدنا امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی کرامت ہے کہ خاص اس ضد کا علاج موجود ہے۔ حدیث کی یہ بشارت اس لشکر کے لئے ہے جو سب سے پہلے مدینہ قیصر پر حملہ کرے گا اور جس لشکر میں یزید شریک تھا۔ وہ قسطنطنیہ پر حملہ کرنیوالا پہلا لشکر نہیں تھا۔ اس کی تفصیل یہ ہے کہ یزید جس لشکر کا امیر تھا وہ 50ھ یا اس کے بعد 52ھ میں قسطنطنیہ پر کیا گیا تھا۔ اس سے پہلے

قسطنطنیہ پر چار بار حملہ ہوا تھا۔ پہلی بار 32ھ میں حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے عہد خلافت میں۔ حضرت معاویہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کی سربراہی میں حملہ ہوا تھا۔ البدایہ والنہایہ (جلد سابع ص159) میں ہے۔

ثم دخلت سنة ثنتين و ثلاثين و فيها غزا معاوية بلاد الروم حتى بلغ المضيق، مضيق قسطنطنية۔

32ھ میں معاویہ نے بلاد روم میں جنگ کی یہاںتک کہ قسطنطنیہ کی گھاٹی تک پہنچ گئے۔ دوسری بار 43ھ میں بُسر بن ابی ارطاۃ (البدایہ والنہایہ جلد ثامن ص 34) کی سرکردگی میں اور تیسری بار 44ھ میں، چوتھی بار 46ھ میں عبدالرحمن بن خالد بن ولید سیف اللہ کی سرکردگی میں۔ اسی میں ہے۔

سنة ثلث واربعين فيها غزالبسربن ابی ارطاة بلاد الروم فوقع فيها حتى بلغ مدنية قسطنطيه سنة اربع و اربعين فيها غزا عبدالرحمن بن خالد بن الوليد بلاد الروم ومعه المسلمون۔ (البدایہ والنہایہ جلد ثامن ص 27)

43ھ میں بسر بن ارطاۃ نے بلاد روم میں جنگ کی۔ بڑھتے گئے یہاں تک کہ شہر قسطنطنیہ تک پہنچ گئے۔ 44ھ میں عبدالرحمن بن خالد نے بلاد روم میں جہاد کیا اور ان کے ساتھ بہت سے مسلمان تھے۔

سنة ست و اربعين فيها شتى المسلمون ببلادالروم مع امير هم عبدالرحمن بن خالد. وقيل كان ميرهم غيره۔ (البدایہ والنہایہ جلد ثامن ص 30)

46ھ میں مسلمانوں نے اپنے امیر عبدالرحمن بن خالد کے ساتھ بلاد روم میں جہاد کیا۔ ایک قول یہ ہے کہ امیر کوئی اور تھا۔

43ھ میں بسر بن ابو ارطاۃ نے جو جنگ کی اس کے بارے میں تصریح ہے کہ وہ قسطنطنیہ تک پہنچ گئے۔ ہدایہ نہایہ میں یہ مذکور نہیں کہ حضرت عبدالرحمن بن سیف اللہ قسطنطنیہ تک پہنچے مگر ہدایہ اور نہایہ سے بدرجہا راجح کتاب ابوداؤد (**اول الجهاد باب فی قوله عزوجل ولا تلقوا بايديكم الى التهلكة** ص340) میں ہے کہ یہ قسطنطنیہ کی فصیل تک پہنچ گئے اور اس کا محاصرہ کر لیا تھا، نیز یہ کہ اس میں سیدنا ابو ایوب انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی شریک تھے۔ ابوداؤد میں یہ تفصیل ہے۔ اسلم بن ابو عمران نے کہا، ہم مدینہ سے قسطنطنیہ پر جہاد کے لئے نکلے اور امیر لشکر عبدالرحمن بن خالد بن ولید تھے۔ اور رومی اپنی پیٹھ شہر پناہ سے چپکائے ہوئے تھے۔ ایک صاحب نے دشمن پر حملہ کیا تو لوگوں نے کہا۔ ٹھہر ٹھہر۔ لا الہ الا اللہ۔ اپنے آپ کو ہلاکت میں مت ڈالو۔ اس پر ابو ایوب انصاری (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) نے فرمایا۔ یہ آیت ہم انصار کے بارے میں نازل ہوئی ہے۔ جب اللہ نے اپنے نبی کی مدد کی اور اسلام غالب ہو گیا تو ہم نے کہا کہ اپنے کاروبار میں لگ جائیں۔ انھیں درست کر لیں۔ تو اللہ عزوجل نے یہ آیت نازل فرمائی۔ اللہ کی راہ میں خرچ کرو اور اپنے آپ ہلاکت میں مت پڑو۔ اپنے کام میں لگ جانا، جہاد چھوڑنا، اپنے کو ہلاکت میں ڈالنا ہے۔ ابو عمران نے کہا ابو ایوب جہاد کرتے رہے یہاں تک کہ قسطنطنیہ میں دفن ہوئے۔

ترمذی (ثانی تفسیر سورۃ بقرہ ص 141) میں تھوڑی زیادتی اور کچھ اختصار کے ساتھ یہ

روایت موجود ہے۔ اسمیں یہ ہے کہ مصر پر عقبہ بن عامر اور ایک جماعت پر فضالہ بن عبید تھے۔ سپہ سالار کون تھا۔ یہ ترمذی میں نہیں۔ طبری میں البتہ پوری تفصیل ہے۔ ابو داؤد والی سند کے ساتھ کہ۔ اہل مصر پر عقبہ بن عامر تھے۔ اور پوری جماعت پر عبد الرحمن بن خالد۔ طبری ہی میں دوسری روایت ہے، کہ اہل مصر پر عقبہ بن عامر اور اہل شام پر فضالہ بن عبید تھے۔ ان سب کا حاصل یہ ہوا کہ لشکر کے سپہ سالار حضرت عبد الرحمن بن سیف اللہ تھے۔ اور اہل مصر کے مجاہدین کے سردار حضرت عقبہ بن عامر اور اہل شام کے فضالہ بن عبید۔ اس طرح ابو داؤد اور ترمذی کی روایتوں میں تطبیق ہو جاتی ہے۔

ابو داؤد اور ترمذی میں سن مذکور نہیں۔ مگر چونکہ حضرت عبد الرحمن بن سیف اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما کو 46ھ میں زہر دے کر مار ڈالا گیا تھا۔) البدایہ والنہایہ جلد ثامن ص 31)۔ تو ضروری ہے کہ یہ جہاد 46ھ میں یا اس سے پہلے ہوا ہو۔ یزید پلید جس لشکر میں شریک ہوا۔ خواہ وہ سپہ سالار کی حیثیت سے رہا ہو خواہ کسی ٹولی کے سردار کی حیثیت سے خواہ عام فوجی کی حیثیت سے وہ قسطنطنیہ پر 49ھ یا 50ھ یا اس کے بعد حملہ آور تھا۔ ہدایہ و نہایہ میں ہے۔

سنة تسع واربعين فيها غزا يزيد بن معاوية بلاد الروم حتى بلغ قسطنطنية۔ (جلد ثامن ص 32)

49ھ میں یزید بن معاویہ نے بلاد روم پر حملہ کیا یہاں تک کہ قسطنطنیہ تک پہنچ گیا۔

عمدۃ القاری (سابع ص 249) وغیرہ میں اسی حدیث کے تحت ہے کہ یہ جنگ 50ھ میں یا اس کے بعد ہوئی تھی۔ خود ہدایہ نہایہ میں 52ھ میں ہوا۔ اور ایک قول یہ کہ

اس کے ایک سال پہلے یا اس کے ایک سال بعد۔ بہر حال یزید جس لشکر میں شریک تھا وہ 49ھ سے پہلے قسطنطنیہ پر نہیں گیا۔ اور ثابت ہو گیا کہ 49ھ سے پہلے قسطنطنیہ پر کم از کم تین بار ورنہ چار بار حملہ ہو چکا ہے۔ پہلے 32ھ میں حضرت معاویہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) نے کیا۔ 43ھ میں بسر بن ابو ارطاۃ نے کیا۔ 43ھ میں عبد الرحمن بن خالد بن ولید نے کیا۔۔۔۔۔۔ 46ھ میں حضرت عبد الرحمن بن سیف اللہ یا کسی اور صاحب کی سربراہی میں ہوا۔ اب اگر مان بھی لیا جائے کہ اس حدیث میں "مدینہ قیصر" سے مراد قسطنطنیہ ہی تو اول جیش من امتی۔ معین کر رہا ہے کہ اس مصداق حضرت معاویہ یا بسر بن ابو ارطاۃ۔ یا حضرت عبد الرحمن بن سیف اللہ۔ اور ان کے ہمراہی ہیں جس لشکر میں یزید تھا وہ اس حدیث کا مصداق ہر گز نہیں۔ اس لئے قسطنطنیہ پر حملہ کرنے والا یہ پہلا لشکر نہیں تھا بلکہ پانچواں یا چوتھا۔ اور بشارت صرف اس لشکر کے لئے ہے جو پہلی بار حملہ کریگا۔

ایک شبہے کا جواب

کوئی اگر یہ کہے کہ چونکہ اس حدیث میں پہلے جزیرہ قبرص (کریٹ) پر جہاد کا تذکرہ ہے۔ اور مدینہ قیصر پر حملے کا ذکر بعد میں ہے۔ نیز ام حرام بنت ملحان رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے جب یہ عرض کیا کہ دعا فرمایئے کہ میں ان میں سے ہوں۔ تو ارشاد فرمایا۔ تو پہلے والے میں ہے۔ ان دونوں سے متبادر ہوتا ہے کہ مراد وہ حملہ ہے جو قبرص کے بعد ہو۔

اقول:۔ اولاً یہ وہی کہہ سکتا ہے جو حدیث تو بہت اہم ہے عوام کے بھی کلام کے سمجھنے کی لیاقت نہ رکھتا ہو۔ سب کو معلوم ہے تقدم فی الذکر فی الوقوع کو مستلزم نہیں۔ اور نہ ترتیب فی الذکر، ترتیب فی الوقوع کو مستلزم یعنی یہ ضروری نہیں کہ اگر چند واقعات مذکور ہوں تو جس ترتیب سے مذکور ہوں اسی ترتیب سے واقع بھی ہوں۔ کہ جس کا ذکر پہلے ہو وہ

پہلے واقع ہو اور جس کا ذکر بعد میں ہو اس کا وقوع بعد میں ہو۔ ایسا بہت ہتا ہے، کہ واقعات کے رونما ہونے کی ترتیب کچھ اور ہوتی ہے۔ بیان کرنے والا اس کا لحاظ کئے بغیر پہلے رونما ہونے والے کو پہلے ذکر کرتا ہے۔

ثانیاً:۔ اگر یہ صحیح بھی مان لیا جائے تو بھی یزید پرستوں کو مفید نہیں۔ اس لئے کہ قبرص 28ھ میں فتح ہو چکا تھا(بدایہ ونھایہ، سابع ص 153)۔ یہی صحیح اور یہی جمہور کا قول ہے۔ ابو معشر نے کہا کہ قبرص 33ھ میں فتح ہوا تھا۔ اس تقدیر پر حضرت معاویہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کا 32ھ والا جہاد اسمیں داخل نہ ہو گا۔ مگر اس بشارت سے یزید پلید اب بھی خارج ہی رہا، کیونکہ اس کے حملے سے پہلے 43ھ میں بسر بن ابو ارطاۃ یا 44ھ میں حضرت عبدالرحمن بن سیف اللہ اس شرف کو حاصل کر چکے تھے۔

ثم اقول: باللہ التوفیق:۔ یہ سطور لکھ چکا تو اس حدیث کے سلسلے میں ایک نیا رخ ذہن میں آگیا۔ یہ حدیث بخاری اور، باب قتال الروم صفحہ ۴۱۰ پر بطریق عمیر بن اسود عنسی حضرت ام حرام بنت ملحان رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے، یہاں جو کلمات ہیں ان کا ترجمہ یہ ہے۔

عمیر بن اسود عنسی کہتے ہیں کہ وہ عُبادہ بن صامت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوئے وہ حمص کے ساحل پر اپنی عمارت میں اترے ہوئے تھے، ان کے ساتھ ام حرام بھی تھیں۔ تو ام حرام نے ان سے یہ حدیث بیان کی۔ کہ انھوں نے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے سُنا۔ فرماتے تھے، میری امت کے اس لشکر نے جو سمندر پر پہلا حملہ کرے گا۔۔۔۔واجب کر لیا۔ ام حرام نے عرض کیا۔ یا رسول اللہ میں ان میں ہوں، فرمایا تو ان

ییں ہے۔ اس کے بعد نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا۔ میری امت کے اس لشکر کو جو سب سے پہلے۔ قیصر کے شہر۔ پر حملہ کرے گا اسے بخشدیا جائیگا۔ (ام حرام کہتی ہیں) کہ پھر میں نے عرض کیا، میں ان میں ہوں یارسول اللہ؟ تو فرمایا نہیں۔

اس حدیث کے تحت علامہ بدرالدین عینی عمدۃ القاری (الجزء الرابع عشر ص 198) میں فرماتے ہیں۔ اس حدیث کو حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے۔ ام حرام سے اس سے زیادہ تام (کامل) روایت کیا ہے۔ جو اوائل الجہاد باب الدعاء بالجہاد میں مذکور ہے۔ بخاری جلد اوّل ص ۳۹۱ پر یہ حدیث مفصل یوں مذکور ہے۔ حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم، ام حرام بنت ملحان کے یہاں تشریف لے جاتے تھے۔ وہ خدمت اقدس میں کھانا پیش کرتیں، اور ام حرام، عبادرہ بن صامت رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی زوجیت میں تھیں۔ (ایک مرتبہ) رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم انکے یہاں تشریف لے گئے انھوں نے ماحضر پیش کیا جسے حضور نے تناول فرمایا۔ اور حضور کے سر اقدس سے جوئیں تلاش کرنے لگیں تو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سو گئے، پھر بیدار ہوئے، اور مسکرا رہے تھے، ام حرام نے بتایا کہ میں نے دریافت کیا کیوں مسکرائے یا رسول اللہ، فرمایا میری امت کے کچھ لوگ فی سبیل اللہ غازی مجھ پر پیش کئے گئے جو اس (سبز) سمندر کے بیچ میں سوار ہیں جو تخت پر بیٹھے ہوئے بادشاہ ہیں، یا تخت پر بیٹھے ہوئے بادشاہوں کے مثل ہیں۔ اسحق سے شک ہو گیا۔ میں نے عرض کیا، یارسول اللہ! اللہ سے دُعا فرمائیں کہ مجھے ان میں کر دے۔ تو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ان کے لئے دُعا فرمائی، اس کے بعد حضور (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) نے سر اقدس رکھا اور پھر سو گئے، پھر

مسکراتے ہوئے بیدار ہوئے، میں نے پھر عرض کیا، حضور کس بات پر مُسکرا رہے ہیں ؟ فرمایا میری امت کے کچھ لوگ مجھ پر پیش کئے گئے جو فی سبیل اللہ اس (سبز) سمندر کے بیچ میں جہاد کرنے جارہے ہیں، وہ تخت پر بادشاہ ہیں یا تخت پر بادشاہوں کے مثل ہیں۔ اسحق نے شک کیا۔ میں نے عرض کیا یارسول اللہ! اللہ سے دعا فرمائیں کہ مجھے ان میں کردے۔ فرمایا تو پہلے والوں میں ہے۔ اس کے بعد ام حرام معاویہ بن ابوسفیان کے زمانے میں سمندر میں سوار ہوئیں۔ سمندر پار کرنے کے بعد اپنی سواری سے گر پڑیں اور وفات پا گئیں۔

اس تفصیل کے ساتھ امام بخاری نے اس حدیث کو مزید تین جگہ ذکر فرمایا ہے۔ کتاب الجہاد، باب غزوۃ المرأۃ فی البحر ص ۴۰۳۔ کتاب الاستیذان۔ باب من زار قوماً فقال عندہم ص ۹۲۹۔ کتاب تعبیر الرویاء۔ باب الرویا فی النہار ص ۳۔۱۰۰۲، علاوہ ازیں بقیہ صحاح ستہ کے علاوہ دارمی، موطاء امام مالک، مسند امام احمد وغیرہ میں بھی مذکور ہے۔

اس حدیث کے دونوں طریقوں میں سے ہر ایک طریقے میں کچھ باتیں زائد ہیں جو دوسرے میں نہیں۔ عمیر بن اسود کے طریقے میں یہ زائد ہے۔ **اول جیش من امتی یغزون البحر اوجبوا**۔ میری امت کا وہ پہلا لشکر جو سمندر میں جہاد کرے جنت کا مستحق ہو گیا۔ مگر حضرت انس کی روایت میں دونوں جگہ یہ تفصیل ہے۔ **یرکبون ثبج ھذا البحر**۔ اس سمندر کے بیچ میں سوار ہوں گے۔ مگر یہ عمیر کی روایت میں نہیں۔ مگر یہ راویوں کا عام طریقہ ہے کہ روایت میں کبھی پوری حدیث ذکر کرتے ہیں اور کبھی اس میں اختصار کر دیتے ہیں جس کی نظیر اسی بخاری میں صدہا ہیں۔ اس اختصار کا مطلب یہ نہیں ہوتا یہ دو حدیثیں ہیں یا دو واقعے ہیں۔ اسلئے یہاں اسکی گنجائش نہیں کہ یہ کہا جائے یہ دونوں دو

حدیثیں ہیں یا دو واقعے ہیں۔ علامہ عینی کی تصریح گزر چکی کہ یہ دونوں ایک ہی حدیث ہیں۔ حضرت انس کی روایت زیادہ تام (مکمل) ہے۔ اب پوری حدیث یہ ہوئی کہ۔ میری امت کا وہ پہلا لشکر جو بحری جہاد کرے گا وہ جنت کا مستحق ہو گا۔ اور میری امت کا وہ لشکر جو سب سے پہلے بحری سفر کرکے مدینہ قیصر پر حملہ کرے گا بخشدیا جائے گا۔

اس سے ثابت ہوا کہ مغفرت کی بشارت کے لئے تین شرطیں ہیں۔ اوّل بحری سفر کرکے حملہ کرے۔ دوسرے وہ مدینہ قیصر پر حملہ کرے۔ تیسرے یہ پہلا لشکر ہو۔ جس حملہ آور لشکر میں یہ تینوں باتیں پائیں جائیں گی وہ مغفرت کا مستحق ہے۔ اگر ان تینوں میں سے ایک بھی مفقود ہو تو اس بشارت کا مستحق نہیں۔ یزید میں ان باتوں میں سے دو مفقود ہیں۔ نہ تو یہ جس لشکر میں شریک تھا وہ قسطنطنیہ پر حملہ کرنے والا پہلا لشکر تھا اور نہ اس نے بحری راستے سے حملہ کیا تھا۔ وہ باپ کے جبر و دباؤ سے خشکی کے راستے سے قسطنطنیہ گیا تھا، اس لئے یزید اس بشارت کا کسی طرح مستحق نہیں۔ البتہ عقبہ بن عامر بحری راستے سے قسطنطنیہ گئے تھے وہ اس بشارت کے مستحق ہو سکتے ہیں، یزید پلید کسی طرح نہیں ہو سکتا۔

(نزھۃ القاری جلد 3 صفحہ نمبر 514 تا 509)

شارح بخاری مفتی محمد شریف الحق امجدی علیہ الرحمۃ ام حرام والی حدیث کے تحت فرماتے ہیں۔

۔۔۔۔ حضرت عمر (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) نے شفقت کی بنا پر مسلمانوں کو سمندری جنگ سے منع فرما دیا تھا۔ حضرت امیر معاویہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) نے خلیفہ سے اجازت بھی طلب کی تو بھی اجازت نہیں دی۔ مگر جب حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ خلیفہ ہوئے تو ان سے اجازت طلب کی اور انھوں نے اجازت دیدی۔ اور فرمایا۔ کسی کو مجبور مت

کرنا جو خوشی سے جائے اسے لے جانا۔ اجازت ملنے کے بعد حضرت معاویہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) نے صحابہ کرام کی جماعت کے ساتھ سمندری جہاد شروع فرمایا۔ پہلا حملہ قبرص پر کیا تھا اس جنگ میں حضرت ابوذر، حضرت عبادہ بن صامت ان کی اہلیہ ام حرام، حضرت شدّاد بن اوس اور حضرت ابو درداء رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین شریک تھے۔

یہی حدیث باب قتال الروم میں بطریق عمیر بن اسود عنسی یوں مروی ہے کہ ام حرام نے ان سے یہ بیان فرمایا کہ انھوں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے۔

اول جیش من امتی یغزون البحر قد اوجبوا قالت ام حرام قلت یا رسول اللہ ان فیھم قال انت فیھم قالت ثم قال النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اول جیش من امتی یغزون مدینۃ قیصر مغفور لھم فقلت ان فیھم یارسول اللہ قال لا۔

میری امت ک پہلا لشکر جو سمندر میں جہاد کرے گا اس نے جنت اپنے اوپر واجب کر لی ام حرام نے کہا۔ میں نے عرض کیا یارسول اللہ! میں ان میں ہوں فرمایا تو ان میں ہے اس کے بعد نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا میری امت کا پہلا لشکر جو قیصر کے شہر پر چڑھائی کریگا بخش دیا جائیگا۔ ام حرام نے عرض کیا یارسول اللہ! میں انمیں ہوں فرمایا نہیں (تو پہلے والوں میں ہے)۔

مودودی اور ان سے سیکھ کر آج کل عام دیوبندی اس حدیث سے یہ استدلال کرتے ہیں کہ یزید حق پر تھا اور حضرت امام عالی مقام رضی اللہ تعالیٰ عنہ خاطی تھے۔ اس

لئے کہ قسطنطنیہ کے ایک حملہ میں یزید بھی شریک تھا اور اس حدیث میں اس جنگ کے شرکاء کے بارے میں مغفور لھم کہا گیا ہے۔

۔۔۔۔اس موضوع پر ہم نے مقالات امجدی میں سیر حاصل بحث کی ہے۔ نیز شرح بخاری جلد ثالث (جو کہ پچھلے صفحات پر ہو چکا ہے) میں بھی اس پر بقدر کلام مذکو رہے۔ جس کا خلاصہ یہ ہے۔

اولاً یہ بشارت اس لشکر کے مجاہدین کے لئے ہے جو مدینہ قیصر پر پہلا حملہ کریں۔ مدینہ قیصر کے معنی کسی لغت میں قسطنطنیہ کے نہیں۔ قیصر کا کوئی بھی شہر ہو سکتا ہے جو اس کی قلمرو میں داخل ہو۔

قیصر کے ملک پر پہلا حملہ جمادی الاولی 8ھ میں عہد رسالت میں ہوا تھا۔ اس کا نام غزوہ موتہ ہے۔

ثانیاً اگر مدینہ قیصر سے اس کا دارالسلطنت مراد لیا جائے تو عہد رسالت و خلفاء راشدین میں قیصر کا دارالسلطنت حمص تھا جو عہد فاروقی 16ھ میں فتح ہوا۔

ثالثاً اور اگر کسی کو ضد ہی ہو کہ اس حدیث میں مدینہ قیصر سے قسطنطنیہ ہی مراد ہے تو قسطنطنیہ پر پہلا حملہ 32ھ میں حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے عہد خلافت میں حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی زیر کمان ہوا تھا۔ یزید جس لشکر میں شریک تھا وہ لشکر 49ھ یا 50ھ یا 52ھ میں حملہ آور ہوا تھا۔ تاریخ کی کتابوں سے ظاہر ہے کہ اس سے پہلے قسطنطنیہ پر تین یا چار بار حملہ ہو چکا تھا۔

رابعاً اس حدیث میں بطریق اسحق جو روایت ہے اس میں تصریح ہے کہ یہ

بشارت اس لشکر کے لئے ہے جو بحری راستہ سے مدینہ قیصر پر حملہ کرے۔ یزید جس لشکر میں شریک تھا وہ خشکی کے راستے سے گیا تھا اس لئے وہ اس بشارت کا مستحق نہیں۔ بحری راستے پر قسطنطنیہ پر پہلا حملہ عقبہ بن عامر (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) نے کیا تھا۔ اس لئے اس بشارت کے وہ لوگ مستحق ہو سکتے ہیں جو لوگ اس لشکر میں شریک تھے۔

(نزھۃ القاری جلد 6 صفحہ نمبر 160-159)

علامہ محمد شفیع اوکاڑوی علیہ الرحمۃ اپنی تحقیق میں فرماتے ہیں۔

بخاری شریف کی وہ حدیث جس سے یزید کا جنتی ہونا ثابت کیا جاتا ہے، یہ ہے حضور ﷺ نے فرمایا۔

اَوَّلُ جَيْشٍ مِنْ اُمَّتِي يَغْزُوْنَ مَدِيْنَةَ قَيْصَرَ مَغْفُوْرٌ لَّهُمْ ۔(بخاری شریف جلد 1 ص 401) میری اُمت کا پہل لشکر جو قیصر کے شہر میں جنگ کرے گا ان کے لئے مغفرت ہے۔

اس حدیث سے استدلال کرنے والوں کو معلوم ہونا چاہیے کہ یہ ارشادِ گرامی اُس نبی ﷺ کا ہے جن کے پیشِ نظر قیامت تک کے حالات تھے۔ آپ نے مطلقاً نہیں فرمایا کہ جتنے بھی قیصر کے شہر میں غزوہ کریں گے اُن سب کے لیے بخشش ہے بلکہ **اَوَّلُ جَيْشٍ مِنْ اُمَّتِي** فرما کر مغفرت کو پہلے لشکر کے ساتھ خاص فرمایا ہے۔ اور پہلے لشکر میں یزید ہرگز نہیں تھا۔ چنانچہ علامہ ابنِ اثیر فرماتے ہیں۔

اور اس سال 49ھ میں، اور کہا گیا کہ 50ھ میں حضرت معاویہ نے ایک لشکر جرار بلادِ روم کی طرف بھیجا اور اس پر سفیان بن عوف کو امیر بنایا اور اپنے بیٹے یزید کو ان کے

ساتھ غزوہ میں شریک ہونے کا حکم دیا تو یزید بیٹھ رہا اور حیلے بہانے شروع کئے تو امیر معاویہ اس کے بھیجنے سے رُک گئے۔ اس جنگ میں لوگوں کو بُھوک پیاس اور سخت بیماری پہنچی تو یزید نے (خوش ہو کر) یہ اشعار کہے مجھے پرواہ نہیں کہ ان لشکروں پر بخار اور تنگی و تکلیف کی بلائیں مقام فرقدونہ میں آپڑیں جبکہ میں دیر مّران میں اونچی مسند پر تکیہ لگائے ہوئے اُمِّ کلثوم کو اپنے پاس لیے بیٹھا ہوں اُمِّ کلثوم بنت عبد اللہ ابن عامر یزید کی بیوی تھی۔ یزید کے یہ اشعار امیر معاویہ تک پہنچے تو انہوں نے قسم کھائی کہ اب میں یزید کو بھی سفیان بن عوف کے پاس روم کی زمین مین ضرور بھیجوں گا۔ تاکہ اسے بھی وہ مصیبتیں پہنچیں جو لوگوں کو پہنچی ہیں۔(ابنِ اثیر جلد 3 ص 189)

اس روایت سے چند امور ثابت ہوئے۔

1. یہ کہ وہ پہلا لشکر جو بلادِ روم کی طرف جہاد کے لیے گیا اس کے قائد و امیر حضرت سفیان بن عوف تھے، یزید ہر گز نہ تھا۔
2. یہ کہ یزید اس پہلے لشکر میں نہ تھا اور بشارت و مغفرت پہلے لشکر کے ساتھ خاص ہے۔ جیسا کہ حدیث میں صراحت ہے۔ لہذا یزید ہر گز اس کا مصداق نہ ہوا۔
3. یہ کہ یزید کو راہِ خُدا میں جہاد کرنے سے کوئی قلبی لگاؤ نہ تھا کہ باوجود حضرت معاویہ کے حکم کے اس نے طرح طرح کی حیلے بہانے بنا کر جان چھڑائی اور اپنے باپ کے حکم اور جہاد سے رُوگردانی کی۔
4. یہ کہ یزید کو مجاہدین اسلام سے کوئی ہمدردی اور ان کے دکھ درد اور بھوک پیاس میں مبتلا ہو جانے کا کوئی احساس نہ تھا، بلکہ اس کی بے پروائی کا یہ عالم تھا کہ میری بلا

سے کون بھوک پیاس سے مر رہا ہے اور کون تکالیف و مصائب کا شکار ہے۔

5 یہ کہ اس کی عیش پرستی کا یہ حال تھا کہ اس نے کہا کہ مجھے تو دیر مّران کے مزیّن ومکلف فرش وفروش اور اُمِّ کلثوم کے ساتھ عیش چاہیے۔

6 یہ کہ وہ دوسرے لشکر کے ساتھ بطور سزا کے بھیجا گیا تھا۔ کیونکہ حضرت معاویہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ (نے اس کے اشعار سُن کر قسم کھائی تھی کہ اب اس کو بھی ضرور بھیجوں گا تاکہ اس کو بھی وہ مصیبتیں پہنچیں جو لوگوں کو پہنچی ہیں۔ لہذا اس کو مجبوراً بادل نخواستہ قہرِ درویش بر جانِ درویش کے طور پر جانا پڑا، ورنہ وہ اخلاص کے ساتھ راہِ خدا میں جذبہ جہاد کے ساتھ سرشار ہو کر نہیں گیا تھا۔

7 یہ کہ جہاد عبادت ہے اور عبادت میں اخلاص شرط ہے کہ بغیر اخلاص کے کوئی عبادت قبول نہیں ہوتی اور اس روایت سے اظہر من الشمس ہے کہ اس کا اس غزوہ میں شریک ہونا بطور سزا کے تھا۔ اخلاص کے ساتھ نہ تھا۔

امام المحدثین علامہ امام بدرالدین عینی شارح صحیح بخاری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

اور کہا گیا ہے کہ حضرت معاویہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) نے ایک لشکر جس کے امیر سلطان سفیان بن عوف تھے قسطنطنیہ پر چڑھائی کرنے کیلئے بھیجا وہ لشکر روم کے شہروں میں فتح کرتے ہوئے بڑھتا چلا گیا۔ اس لشکر میں ابنِ عباس، ابنِ زبیر اور ابو ایوب انصاری (رضی اللہ تعالیٰ عنہم) تھے اور ابو ایوب (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) اسی زمانہء حصار میں وہیں فوت ہوئے۔ میں کہتا ہوں کہ یہ بات بالکل بظاہر ہے کہ یہ اکابر صحابہ سفیان بن عوف (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کی قیادت میں تھے، یزید کی قیات میں نہ تھے کیونکہ یزید اسکا اہل نہ تھا کہ یہ

بڑے بڑے حضرات اسکی خدمت میں (ماتحت کی حیثیت سے) ہیں۔ اور مہلب نے کہا ہے کہ اس حدیث سے حضرت معاویہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کی منقبت ثابت ہوتی ہے، کیونکہ انہوں نے ہی سب سے پہلے دریائی جنگ کی اور ان کے بیٹے یزید کی بھی منقبت ثابت ہوتی ہے کیونکہ اس نے سب سے پہلے قیصر کے شہر قسطنطنیہ میں جنگ کی۔ میں کہتا ہوں وہ کون سی منقبت ہے جو یزید کے لیے ثابت ہوگئی جبکہ اس کا حال خوب مشہور ہے۔ اگر تم یہ کہو کہ حضور ﷺ نے اس لشکر کے حق میں مَغْفُورٌ لَّھُم فرمایا ہے! تو میں یہ کہتا ہوں کہ اس عموم میں یزید کے داخل ہونے سے یہ لازم نہیں آتا کہ وہ کسی دوسری دلیل سے اس سے خارج بھی نہ ہوسکے۔ کیونکہ اس میں تو اہلِ علم کا کوئی اختلاف ہی نہیں کہ حضور ﷺ کے قول مَغْفُورٌ لَّھُم میں وہی داخل ہیں جو مغفرت کے اہل ہیں، حتیٰ کہ اگر ان غزوہ کرنے والوں میں سے کوئی مرتد ہوجاتا تو وہ یقیناً اس بشارت کے عموم میں داخل نہ رہتا۔ پس یہ صاف طور پر دلالت کرتا ہے کہ مغفرت سے مراد یہ ہے کہ جس کے واسطے مغفرت کی شرط پائی جائے اس کے واسطے مغفرت کی شرط پائی جائے اس کے واسطے مغفرت ہے۔ (عمدۃ القاری شرح بخاری 6 جلد ص 649)

علامہ امام قسطلانی شارح بخاری رحمۃ اللہ علیہ اسی حدیث کے تحت فرماتے ہیں۔

اس حدیث سے مہلب نے یزید کی خلافت اور اس کے جنتی ہونے کا استدلال کیا ہے کہ وہ حدیث کے اس جملہ مَغْفُورٌ لَّھُم کے عموم میں داخل ہے۔ اسکا جواب یہ دیا گیا ہے کہ بات محض بنی اُمیّہ کی حمایت میں کہی گئی ہے اور یزید کے اس عموم میں داخل ہونے سے یہ لازم نہیں آتا کہ وہ کسی اور خاص دلیل سے اس سے خارج بھی نہیں ہوسکتا، کیونکہ

اس میں اختلاف نہیں کہ حضور ﷺ کا یہ قول **مَغۡفُورٌ لَّهُم** اس شرط کے ساتھ مشروط ہے کہ لوگ مغفرت کے اہل ہوں۔ حتیٰ کہ اگر کوئی شخص اس غزوہ کے بعد ان میں سے مرتد ہو جائے تو وہ بالاتفاق اس بشارت میں داخل نہیں رہے گا۔ یہ بات ابنِ منیر نے کہی ہے اور بیشک بعض علماء نے یزید پر لعنت کا اطلاق کیا ہے جیسا کہ علامہ سعد الدین تفتازانی نے نقل فرمایا ہے۔۔ میرے بعد عنقریب تم پر ایسے امراء (مسلط) ہونگے جو تمھیں ایسے امور کا حکم دیں گے جن میں تم بھلائی نہیں دیکھو گے اور وہ ایسے کریں گے جن کو تم بُرا جانو گے۔ پس وہ تم پر امام نہیں یعنی ان کی اطاعت تم پر لازم نہیں۔ (ارشاد الساری شرح بخاری جلد 5 ص 101)

قریب ایسا ہی علامہ حافظ ابن حجر عسقلانی اور علامہ الشیخ علی ابن الشیخ احمد رحمہم اللہ تعالےٰ نے لکھا ہے۔ ملاحظہ ہو فتح الباری شرح بخاری جلد 6 صفحہ نمبر 65 اور سراج منیر شرح جامع صغیر جلد 2 صفحہ 79 نمبر۔

ثابت ہوا کہ یزید ہرگز اِس حدیث کا مصداق نہیں ہے۔ حدیث قسطنطنیہ کی تاویل میں چونکہ تاریخی طور پر اتنے احتمال ہیں اس لیے اس سے مخالفین کا استدلال صحیح نہیں ہے اذاجاء الاحتمال بطل الاستدلال غور فرمایئے حضور ﷺ کا ارشاد ہے **مَنۡ قَالَ لَآاِلٰه اَلّاَ اللهُ فَقَدۡ دَخَلَ الجَنَّةَ** (الحدیث) کہ جس نے کلمہ **لَآاِلٰه اِلَّا اللهُ** پڑھا وہ جنتی ہو گیا۔ چنانچہ ایک شخص کلمہ شریف پڑھ کر بفرمانِ نبوی ﷺ جنتی ہو جاتا ہے اور **لَآاِلٰه اِلَّا اللهُ** کا برابر قائل رہتا ہے تو کیا وہ جنتی ہی رہے گا، ہرگز نہیں، بلکہ زکوٰۃ جہاد اور ختم نبوّت کے انکار اور بدعقیدہ ہو جانے کی دلیلِ خاص سے وہ اس عموم سے خارج ہو جائے گا۔

اس اجمال کی قدرے تفصیل یہ ہے کہ صرف زبانی کلمہ ء توحید پڑھنے سے آدمی جنتی نہیں ہوتا ہے بلکہ اس کے لیے شرائط ہیں جن کا ثبوت دوسری آیات واحادیث میں صراحۃً ہے۔

یہ کلمہ صدق قلب اور اخلاص سے پڑھے اور اس کا پابند رہے ورنہ منافقین جن کو اللہ تعالیٰ یقیناً جھوٹے اور ان کا جہنم کے درک الفل میں ہونا یہاں فرماتا ہے، ان کا جنتی ہونا لازم آتا ہے اسی طرح ایمان کے لیے کچھ ایسی باتیں ہیں جن کو ضروریاتِ دین کہا جاتا ہے اگر کوئی شخص ان میں سے کسی ایک امر ضروری کا انکار کرے تو وہ دین سے خارج ہو جاتا ہے اور یہ بشارت اس کو شامل نہیں ہے۔ اسی طرح یزیدِ پلید، جہاد قسطنطنیہ کے بعد کے اپنے کردار کی وجہ سے ہر شرف اور سعادت سے محروم ہو گیا۔ علیہ ما یستحقہ۔

(امام پاک رضی اللہ علیہ اور یزید پلید علیہ مایستحقہ صفحہ نمبر230تا224)

شارح مشکوٰۃ شریف مفتی احمد یار خان نعیمی علیہ الرحمۃ مدینہ قیصر کے متعلق فرماتے ہیں۔

یہ تو تمام شارحین کہتے ہیں کہ یہ شہر ملک روم میں ہے۔ اس میں گفتگو ہے کہ کونسا شہر ہے بعض نے فرمایا کہ وہ قسطنطنیہ ہے مگر یہ قوی نہیں، کیونکہ قسطنطنیہ تو بڑی جنگ سے فتح ہوگا نہ کہ اس طرح۔ بعض نے فرمایا کہ وہ شہر رومیہ ہے یعنی سلطان روم کا پایہ ء تخت، بعض نے فرمایا کہ وہ بورنطیا بستی ہے۔ جس کی دیوار اکیس ہاتھ اونچی ہے۔ اس کا گرجہ بہت لمبا ہے۔ اس کے بیچ میں تانبے کا گھوڑے کا مجسمہ ہے۔ جس پر سوار کا مجسمہ ہے۔ اس کے ہاتھ سونے کا گولہ ہے، یہ قسطنطین کا مجسمہ ہے۔ قسطنطین وہ شخص ہے جس نے شہر قسطنطنیہ آباد کیا۔ بعض نے فرمایا کہ وہ کوئی اور شہر ہے۔ جس کا نام معلوم نہ ہو سکا یہی درست ہے۔ واللہ اعلم۔ مرقات۔

(شرح مشکوٰۃ جلد7 صفحہ نمبر240)

امام جلال الدین سیوطی علیہ الرحمۃ لکھتے ہیں۔

سن 28ھ میں بحری جہاز کے ذریعے حضرت امیر معاویہ نے قبرس پر حملہ کیا حضرت عبادہ بن صامت اور ان کی بیوی ام حرام بھی اسی لشکر میں شامل تھے۔ آپ کی بیوی سواری کے جانور سے گرنے کے باعث زخموں کی تاب نہ لاکر فوت ہوگئی تھیں اور انہیں وہیں قبرص میں دفن کیا گیا۔ حضور ﷺ نے اسی لشکر کے متعلق پیش گوئی میں فرمایا تھا کہ عبادہ کی بیوی بھی اسی لشکر میں ہوگی اور قبرص ہی میں اس کی قبر بنے گی (حضور اکرم ﷺ کا ارشاد پورا ہوا)۔

(تاریخ الخلفاء مترجم صفحہ نمبر 211)

اس سے بھی معلوم ہوا کہ ام حرام جس لشکر میں شامل تھیں اس میں یزید ہرگز شامل نہیں تھا اور اسی لشکر کے جنتی ہونیکی بشارت مخبر صادق حضور ﷺ نے دی جو کہ پوری ہوئی۔

شارح مشکوٰۃ شریف مفتی احمد یار خان نعیمی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں۔

امیر معاویہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کے زمانہ سے مراد آپ کی سلطنت کا زمانہ نہیں ہے بلکہ آپ کی گورنری کا زمانہ ہے کیونکہ یہ پہلا جہادِ روم خلافت عثمانیہ 28ھ اٹھائیس کو واقعہ ہوا (اشعۃ) اسی جہاد کی کمان امیر معاویہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کررہے تھے۔

(شرح مشکوٰۃ جلد 8 صفحہ نمبر 124)

دوسری جگہ فرماتے ہیں۔

پہلا جہاد حضرت امیر معاویہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کے دور گورنری میں ان کے زیر اہتمام ہوا اور دوسرا جہاد امیر معاویہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کے دور سلطنت میں ہوا۔

(شرح مشکوٰۃ جلد 8 صفحہ نمبر 125)

علامہ مفتی محمد فیض احمد اویسی مدظلہ العالی لکھتے ہیں۔

شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ شرح تراجم ابواب بخاری میں فرماتے ہیں۔

اگر یزید اس جنگ میں شریک ہوا بھی تھا تو صحیح یہ ہے کہ اس سے صرف یہ ثابت ہوتا ہے کہ یزید کے اس غزوے سے پہلے کے گناہ بخشے گئے۔ اس لئے جہاد کفارات سے ہے اور کفارات سے پہلے کے گناہوں کا ازالہ ہوتا ہے نہ کہ بعد کے۔ ہاں اگر یوں ہوتا کہ **مغفور لھم الی یوم القیمۃ** تو پھر نجات یزید کا استدلال ہو سکتا تھا مگر ایسا نہیں۔

حضرت شاہ ولی اللہ دہلوی کی عبارت سے درج ذیل باتیں ثابت ہوتی ہیں کہ۔

1. ان کے نزدیک بھی یزید کا اس غزوے میں شامل ہونا یقینی نہیں۔
2. اگر یزید شریک ہوا بھی تھا تو اس حدیث سے اسے جنتی ثابت نہیں کیا جا سکتا۔
3. اس حدیث سے یزید کے لئے زیادہ سے زیادہ جو بات ثابت ہوتی ہے وہ یہ کہ اس کے (جنگ سے پہلے کے) گناہ معاف ہو گئے۔
4. رہے اس غزوہ سے بعد کے گناہ مثلاً امام حسین اور ان کے ساتھیوں کو شہید کرنا (علیہم الرضوان)۔

واقعہ حرا، مدینہ طیبہ پر چڑھائی، دس ہزار اہلِ مدینہ کا قتلِ عام اور روضہء رسول کریم ﷺ کے زیرِ سایہ بسنے والی عفت مآب خواتین کی ان کے گھروں میں گھس کر آبروریزی، ترک نماز، شراب نوشی وغیرہ کی سزا وہ آج بھی بھگت رہا ہوگا اور کل قیامت کے دن بھی اسے یہی سیاہ کاریاں جہنم میں لے جائیں گی۔

(شرح حدیث قسطنطنیہ صفحہ نمبر12)

پھر فرماتے ہیں۔

علم حدیث کے ماہرین سے یہ بات مخفی نہیں کہ بہت سے نیک کاموں پر حضور ﷺ نے غفرلہٗ اور مغفور لھم وغیرہ فرما کر جو بخشش کی نوید سنائی ہے۔ اس سے مراد پہلے کے گناہوں کی بخشش ہے نہ کہ زندگی بھر کی خطاؤں کی بخشش بھی وہ ایمان اور اخلاص کی شرط کے ساتھ ہے مومن وہ مخلص ہوگا تو کوئی بھی نیکی قبول نہیں جب نیکی ہی قبول نہیں ہوئی تو اس کے صلے کی کیا صورت اور بخشش کا کیا مطلب اس میں کوئی شک نہیں کہ ارحم الرحمین اپنی رحمت سے ایک ہی آن میں سب گناہ معاف فرما سکتا ہے مگر ہم کسی ایک فعل کو سامنے رکھ کر اس کی حتمی بخشش کا فتویٰ کیونکر دے سکتے ہیں جبکہ ہمیں نہ فاعل کے اخلاص کا علم ہے نہ فعل کی قبولیت کا بلاشبہ حضور پرنور شافع یوم النشور ﷺ بھی اپنے رب کے فضل و کرم سے ہر کسی کے فعل، اخلاص اور قبولیت و جزا سے واقف ہیں مگر جب تک سرکار ﷺ کسی شخص کے جنتی و مغفور ہونے کی وضاحت نہیں فرماتے ہمیں یقینی فتویٰ دینے کا کوئی حق نہیں ہے ایسی احادیثِ مبارکہ جن میں بعض کاموں پر بخشے جانے کا ذکر ہے دراصل اعمال کے فضائل میں ہیں عامل کی قطعی نشاندہی نہیں کرتیں مثال کے طور پر درج ذیل ارشادات پر غور فرمایئے اور مغفورلہٗ وغیرہ کا مفہوم سمجھئے۔ قیام شب قدر کا ثواب یوں بیان فرمایا۔

جو شب قدر میں ایمان اور اخلاص کے ساتھ جاگے **غفرله ما تقدم من ذنبه** (بخاری شریف 1 ج صفحہ 10) یعنی اس کے پہلے گناہ معاف ہوگئے۔

فرمایئے کیا اس ارشاد عالی سے یہ نتیجہ نکالنا درست ہوگا کہ ایک بار شب قدر میں قیام کرلینے والے کو آئندہ کسی نیکی واحتیاط کی ضرورت نہیں کیونکہ وہ بخشا گیا۔

ب:۔ وضو کی فضیلت: میں حضور ﷺ نے فرمایا جس نے میرے اس وضو کے مطابق وضو کرے خلوص اور یکسوئی کے ساتھ دوگانہ ادا کیا تو **غفر لہ ما تقدم من ذنبہ** (یعنی اس کے گذشتہ گناہ معاف کر دیئے گئے۔(مسلم شریف 1 ج صفحہ 120)

ج:۔حدیث جمعہ: میں ہے۔جو جمعہ کے دن نہائے اور حتی الامکان پاک ہو کر تیل یا خوشبو لگائے ہوئے جمعہ کیلئے حاضر ہو بشرطیکہ دو شخصوں کے درمیان تفرقہ نہ ڈالا ہو، سو دوگانہ پڑھا اور امام کا خطبہ بھی خاموشی سے سنا تو **غفر لہ ما بینہٗ وبین الجمعۃ الاخریٰ**۔اس کے لئے ہفتے بھر کے گناہ بخشے گئے۔

د:۔ آمین میں موافقت: حضور پُر نور ﷺ نے فرمایا جب امام ولا الضالین کہے تو تم آمین کہو سو جس کا کہنا فرشتوں کے کہنے کے موافق ہوا تو **غفر لہ ما تقدم من ذنبہ**(اس کے پہلے گناہ بخش دیئے گئے)(بخاری)

ر:۔ محفل ذکر: میں رضائے الٰہی کے جمع ہونے والے کو آسمان سے آواز دی جاتی ہے۔**ان قوموا مغفور لکم** (یعنی اٹھو اس حال میں کہ بخشے گئے ہو)۔

س:۔جمعہ کی رات: سورہ یٰسین، حٰم اور دخان پڑھنے والے کے بارے میں فرمایا۔**اصبح مغفور لہ** (یعنی اس نے اپنی بخشش کرا کے صبح کی۔

ص:۔حلقہء ذکر: میں بیٹھنے والے فرشتے اہل مجلس کی دعا پر آمین کہتے ہیں اور جب درود پڑھا جاتا ہے تو وہ بھی پڑھتے ہیں پھر جب یہ مبارک محفل ختم ہوتی ہے تو وہ فرشتے کہتے ہیں۔ **طوبیٰ لھولاء جانھم مغفور لھم** ان سب کو بشارت کہ یہ بخشے ہوئے ہیں۔

ل:۔ جو شخص چالیس دن نماز باجماعت پڑھ لے، اس کا نام جنت کے دروازے پر لکھ دیا جاتا ہے۔

م:۔ حج سے لوٹنے والا گناہوں سے ایسے پاک ہو جاتا ہے جیسے آج ہی پیدا ہوا ہو۔

سوچئے اگر حدیث قیصر کے الفاظ **مغفور لھم** سے یزید کو قطعی جنتی قرار دینا درست ہے تو احادیث مذکورہ کی رو سے ہر حاجی، چالیس دن باجماعت نماز پڑھنے والے، کسی بھی مجلس ذکر میں ایک بار شامل ہونے والے اور کسی شب جمعہ کو مذکورہ سورتوں کی تلاوت کرنے والے کو بھی ہر قیمت پر قطعی جنتی سمجھ لینا چاہیے اگرچہ وہ ان کے بعد جو چاہے کرے اور کرتا رہے اگر ایسا نہیں اور یقیناً نہیں تو یزید بیچارے کے لئے اتنے پاپڑ بیلنے کا کیا فائدہ اگر وہ ایک بار مجبور ہو کر (جیسا کہ اوپر گزرا) قسطنطنیہ کے جہاد میں شریک ہو بھی گیا تو کیا اس کی نیکی گلستان نبوت کو اجاڑنے کے گناہ سے بھی بڑی ہے۔ اگر کسی بے گناہ مسلمان کو جان بوجھ کر قتل کرنا جرم عظیم ہے تو نواسہء رسول، جگر گوشہ بتول سیدنا امام حسین علیٰ جدہ وعلیہ السلام پر اور ان کے باقی اعزہ و احباب پر تلوار چلانا یقیناً اتنا بڑا جرم ہے جس کی شدت ونحوست اندازے سے باہر ہے۔ پھر مدینہ منورہ کی توہین اور حرم خلیل کی اہانت بھی ایسے گناہ نہیں، جسے کوئی اہل ایمان محسوس نہ کر سکے ہاں جن کے ایمان پر یزیدیت کا ٹھپہ ہے اور جو اسے اپنا امیر (مان کر امیر المؤمنین) کہتے ہیں اس فطرت ایمان سے بہر دور ہی نہیں تو جو چاہیں کریں اور کہیں ہم اس کے سوا نہیں کیا جواب دیں کہ

لعنت اللہ علیکم دشمنان اھل بیت

مقام یزید: غفر لہٗ اور مغفور لھم والی ان احادیث کے پیش نظر صاف

ظاہر ہے کہ یزید اگر بفرضِ محال اس خوشخبری کا مستحق بھی ہوا تو اس سے مراد قطعی اور ابدی بخشش نہیں۔ بلکہ سابقہ گناہوں کی بخشش ہے پھر اس کے ما بعد کے سیاہ کارنامے (واقعہ کربلا، مدینہ منورہ کی توہین اور مکہ مکرمہ پر حملہ) بھی اسے اس شرف سے محروم کر دینے کیلئے کافی ہیں۔ چنانچہ محدثین نے اسی حدیث کے تحت تصریح فرمائی ہے کہ :۔

انه لا یلزم من دخوله فی ذلك العموم ان لا یخرج بدلیل خاص (حاشیہ بخاری ج1 صفحہ 410)

یعنی خوشخبری کے عموم میں یزید کے داخل ہونے سے لازم نہیں آتا کہ وہ کسی خاص دلیل کے ساتھ اس سے خارج بھی نہ ہو سکے۔

۔۔۔بلکہ امام قسطلانی تو دوٹوک انداز میں یوں فرماتے ہیں۔

فنحن لا نتوقف فی شانه بل فی ایمانه لعنة الله علیه وعلی انصاره وعلی اعوانه (ارشاد الساری ج5 صفحہ 85)

ترجمہ:۔ سو ہمیں یزید کی شان اور ایمان (کے نہ ہونے) میں کوئی شک نہیں (اس پر بھی اللہ کی لعنت اور اس کے انصار واعوان پر بھی۔

شرح عقائد صفحہ 102 پر بھی یہی عبارت ہے۔ بلکہ امام الجوزی علیہ الرحمۃ نے یزید پر لعنت کرنے کے جواز میں مستقل کتاب لکھی ہے جس کا نام ہے الرد علی المتصب العنید المانع عن ذم الیزید (نبراس) صفحہ 553 یعنی اس متعصب دشمن کا رد جو یزید کو بُرا کہنے سے روکتا ہے۔

بلکہ اسے لعنتی کہنے والوں میں بڑے بڑے امام شامل ہیں چنانچہ حضرت امام احمد بن حنبل رضی اللہ عنہ نے فرمایا ولم لا العن من لعنۃ اللہ فی کتابہ (اور میں اس پر لعنت کیوں نہ بھیجوں جسے اللہ نے اپنی کتاب میں ملعون فرما دیا ہے)۔

(شرح حدیث قسطنطنیہ صفحہ نمبر 18 تا 22)

یزید کے متعلق یہ حدیث پڑھیے اور سوچئے۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور سرورِ عالم رحمۃ اللعلمین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔ لوگو سترھویں دہائی کی ابتداء اور چھوکروں کے امیر ہونے سے خُدا کی پناہ مانگو۔

(مشکوٰۃ جلد 2 ص 324)

صواعق محرقہ میں علامہ ابن حجر مکی رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

یزید کے بارے میں مذکورہ بالا باتیں جو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بتائی ہیں اس کا علم حضور کے بتانے سے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کو تھا۔ وہ دُعا فرمایا کرتے اے اللہ 60ھ کی ابتدا اور چھوکروں کی بادشاہت سے تیری پناہ چاہتا ہوں اللہ نے ان کی دعا قبول فرمائی اور یہ 49ھ میں فوت ہو گئے امیر معاویہ کا انتقال اور یزید کی حکومت 60ھ میں ہوئی۔

(حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ صفحہ نمبر 144، از علامہ محمد فیض احمد اویسی)

محقق علی اطلاق شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ اپنی مشہور زمانہ تصنیف جذب القلوب میں فرماتے ہیں۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرمایا کرتے تھے یا اللہ مجھے دنیا کے حادثوں اور لڑکوں

حکومت سے بچا وہ دن آنے سے پہلے مجھے اُٹھالینا۔ یہ اشارہ یزید کی طرف تھا کیونکہ وہ بے دولت 60ھ میں تخت شقاوت پر بیٹھا تھا۔

(تاریخ مدینہ صفحہ نمبر38)

جو کوئی یزید کو امیر المومنین کہتا تو حضرت عمر بن عبد العزیز رضی اللہ تعالیٰ عنہ اُس کے ساتھ کیا برتاؤ کرتے تھے۔ امام جلال الدین سیوطی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں۔

نوفل بن ابو الفرات کہتے ہیں ایک دن میں حضرت عمر بن عبد العزیز کے پاس (دربار میں) بیٹھا ہوا تھا کہ یزید کے متعلق بات ہونے لگی۔ ایک شخص نے یزید کا نام لیتے ہوئے کہا امیر المومنین یزید بن معاویہ تو حضرت عمر بن عبد العزیز نے فرمایا اے شخص تو یزید کو امیر المومنین کہتا ہے پھر حکم دیا کہ اس شخص نے یزید کو امیر المومنین کہا ہے لہٰذا بطور سزا بیس (20) کوڑے (درے) اس کو مارے جائیں۔

(تاریخ الخلفاء مترجم صفحہ نمبر286)

اس ساری گفتگو کا حاصل یہ نکلا کہ علماء کرام کی تحقیق کے مطابق یزید اس جہاد میں شریک نہیں جو پہلا جہاد کیا گیا کیونکہ:۔

1. قیصر کے شہر پر پہلا حملہ حضور علیہ السلام کے زمانہ 8ھ میں جس کا نام غزوہ موتہ ہے۔
2. گر مدینہ قیصر سے قیصر کا دارالسلطنت لیا جائے تو وہ حمص تھا جو عہد فاروقی 6ھ میں فتح ہوا۔
3. یہ کہ یزید جس لشکر میں قسطنطنیہ گیا وہ 50ھ یا 52ھ تھا۔
4. یہ کہ اس سے پہلے قسطنطنیہ پر چار مرتبہ حملہ ہوا۔

5 زید اگر گیا بھی تو 49ھ یا 50ھ کے بعد گیا۔ یعنی 49ھ سے پہلے نہیں گیا۔

6 49ھ سے پہلے قسطنطنیہ پر تین بار یا چار بار حملہ ہو چکا تھا۔

اور اگر بقول مخالفین کے کہ اگر یزید شریک بھی تھا تو اُس کے کے ماقبل کے گناہ معاف ہوئے نہ کہ آئندہ کے۔ بلکہ حضرت عمر بن عبد العزیز رضی اللہ عنہ تو یزید کو امیر المؤمنین کہنے پر درے لگایا کرتے تھے۔ اگر یزید جنتی ہوتا تو کیا حضرت عمر بن عبد العزیز رضی اللہ تعالیٰ عنہ ایسا کر سکتے تھے؟ ہرگز نہیں۔ تو ماننا پڑے گا کہ جو لوگ یزید کو جنتی ثابت کرتے ہیں اُن کا یہ نظریہ گمراہی پر مبنی ہے، اللہ تعالیٰ عزوجل عقلِ سلیم عطا فرمائے آمین۔

قسطنطنیہ کب فتح ہوا اور کس نے کیا۔ شارح بخاری شریف مفتی محمد شریف الحق امجدی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں۔

857ھ / 1453ء میں محمد فاتح عثمانی المتوفی 886ھ / 1481ء رحمۃ اللہ علیہ نے قسطنطنیہ فتح فرمایا۔

(نزہۃ القاری جلد 1 صفحہ نمبر 221)

حضرت علامہ سید محمود احمد رضوی رحمۃ اللہ علیہ اپنی تحقیق میں فرماتے ہیں۔

أُمُّ حَرَامٍ أَنَّهَا سَمِعَتِ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ أَوَّلُ جَيْشٍ مِّنْ أُمَّتِيْ يَغْزُوْنَ الْبَحْرَ قَدْ أَوْجَبُوا قَالَتْ أُمُّ حَرَامٍ قُلْتُ يَا رَسُولَ اللهِ أَنَا فِيهِمْ قَالَ أَنْتِ فِيهِمْ ثُمَّ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَوَّلُ جَيْشٍ مِّنْ أُمَّتِيْ يَغْزُوْنَ مَدِيْنَةَ قَيْصَرَ مَغْفُوْرٌ لَّهُمْ فَقُلْتُ أَنَا فِيهِمْ يَا رَسُولَ اللهِ قَالَ لَا۔

حضرت ام حرام کہتی ہیں میں نے نبی علیہ السلام سے سُنا میری امت کا پہلا لشکر جو سمندری

سفر کے ذریعہ جہاد کرے گا مغفور ہے۔ میں نے عرضی کی کیا میں بھی ان میں ہوں۔ فرمایا ہاں۔ پھر نبی علیہ السلام نے فرمایا میری امت کا پہلا لشکر جو قیصر کے شہر پر حملہ کرے گا وہ مغفور ہے۔ میں نے عرض کی یارسول اللہ میں ان میں ہوں فرمایا نہیں۔ (بخاری)

فوائدومسائل:۔

1 حضرت مہلب نے فرمایا کہ امیر معاویہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) وہ پہلے شخص ہیں جنھوں نے سمندری سفر کے ذریعے جہاد کیا۔ ابن جریر اور دیگر صحابہ نے کہا یہ غزوہ ۲۷ھ کو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے دورِ خلافت میں قبرص میں ہوا۔ واقدی نے کہا کہ یہ غزوہ ۲۸ھ کو اور ابو معشر نے کہا ۳۳ھ کو ظہور ہوا۔ امِ حرام (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) اس میں شریک تھیں۔ علامہ ابن جوزی نے جامع مسانید میں ذکر کیا۔ ام حرام (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) اس غزوہ میں حضرت عبادۃ بن صامت (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کے ساتھ شریک ہوئیں اور سواری سے گر کر شہید ہوئیں۔ ہشام ابن عمار نے کہا کہ میں ساحل پر امِ حرام (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) کی قبر پر کھڑا ہوں۔

2 اس حدیث کو امام نے اوائلِ جہاد (باب الاعا بالجہاد) میں ذکر کیا ہے دیکھئے حدیث نمبر 2681

جہاد قسطنطنیہ اور یزید

3 مدینہ قیصر سے مراد قسطنطنیہ ہے۔ حدیث زیرِ بحث میں "اوجبو" کے معنیٰ بعض نے یہ کیے ہیں کہ ان کے لیے جنت واجب ہو گئی ____ علامہ بدر محمود عینی شارح بخاری علیہ الرحمہ نے فرمایا کہ (اوجبو) کا لفظ اس معنیٰ کا تقاضا نہیں کرتا کہ جنت ان

کے لیے واجب ہو گئی بلکہ **اوجبوا** کا معنیٰ یہ ہے کہ **استحقاق الجنة** یعنی استحقاقِ جنت کا وجوب اور علامہ کرمانی نے فرمایا۔ اس لفظ کے معنیٰ **ای محبة لانفسهم** کے ہیں یعنی ان کے لیے محبت کا وجوب ہوا____علامہ عینی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں کہ کہا جاتا ہے کہ لشکر سلطنتِ روم کے شہروں میں لڑتا ہوا قسطنطنیہ پہنچا اور اس کے ساتھ سادات صحابہ کی ایک جماعت تھی جن میں حضرت ابن عمر، ابن عباس، ابن زبیر، ابوایوب انصاری (رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین) بھی شامل تھے۔ حضرت ابوایوب انصاری (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کی وفات قسطنطنیہ کے قریب واقع ہوئی اور آپ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کی قبر مبارک بھی وہی ہے۔**تَسْتَسْقِی بِهِ الرُّوْمُ اِذَا قُحِطُوْا** رومی آپ کی قبر انور کے توسل سے قحط کے موقع پر دُعا کرتے ہیں۔ معلوم ہوا کہ مقربانِ الٰہی (اولیاء کرام) کی قبور سے توسل کر کے مشکلات میں دُعا کرنا مسلمانوں کا ابتداء ہی سے معمول تھا اور وہابی خیال کے لوگوں کا توسل کو شرک و بدعت قرار دینا غلط اور ظلمِ عظیم ہے۔

4 علامہ بدر محمود عینی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں۔

اَلَا ظَهَرَ اَنَّ هٰؤلاءِ السَّادَاتِ مِنَ الصَّحَابَةِ كَانُوْا مَعَ سُفْيَانَ وَلَمْ يَكُوْنُوا مَعَ يَزِيْدِ بْنِ مَعَاوِيَةَ لِاَنَّه لَمْ يَكُنْ اَهْلًا اَنْ يَكُوْنَ هٰؤلَاءِ السَّادَاتِ فِي خِدْمَتِه۔

یعنی بہت ظاہر یہ بات ہے کہ یہ اکابر صحابہ حضرت سفیان بن عوف (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کی قیادت میں تھے۔یزید کی قیادت میں نہ تھے کیونکہ یزید اس کا اہل نہ تھا کہ مذکورہ بالا اکابر صحابہ کرام یزید پلید کی ماتحتی میں جہاد کریں۔ (عینی،ج ۱۴ص ۱۹۸)

5 نیز حدیث میں اول جیش کے الفاظ ہیں۔ نبی علیہ السلام نے اپنی زبان مبارک سے پہلے لشکر میں شامل افراد کا نام ذکر نہیں فرمایا۔اب کون اس "پہلے لشکر میں شامل تھا" یہ سب تاریخ کی باتیں ہیں۔ حضور نبی کریم علیہ السلام کا قول (ارشاد) نہیں ہے۔۔چنانچہ ابن اثیر علیہ الرحمۃ نے تصریح فرمائی ہے کہ یزید پہلے لشکر میں شامل ہی نہ تھا۔اور حدیث میں بشارت پہلے لشکر کے لیے ہے۔ چنانچہ علامہ ابن اثیر لکھتے ہیں۔

وفی هذه السنة وقیل سنة خمسین سیّر معاویة جیشا کثیفا الی بلاد الروم للغزاة وجعل علیهم سفیان بن عوف وامر ابنه یزید بالغزاة معهم فتثاقل واعتل فامسك عنه ابوه فاصاب الناس فی غزاتهم جوع ومرض شدید فانشا یزید یقول ؎ ما ان ابالی بما لاقت جموعهم بالفرقد ونة من حمّی ومن هوم بدیر مرّان عندی ام کلثوم اذا اتکات علی الانماط مرتفعا ام کلثوم امراته وهی ابنة عبدالله بن عامر فبلغ معاویة شعره فاقسم علیه لیلحقنّ بسفیان فی ارض الروم لیصیبه ما اصاب الناس۔ (ابن اثیر، ج ۳ ص ۱۸۹)

اور اسی سال ۴۹ھ میں اور کہا گیا ہے کہ ۵۰ھ میں امیر معاویہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) نے ایک لشکرِ جرار روم کے شہروں کی طرف بھیجا اور اس پر سفیان بن عوف (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کو امیر بنایا اور اپنے بیٹے یزید کو ان کے ساتھ غزوہ میں شریک ہونے کا حکم دیا تو یزید بیٹھ رہا اور حیلے بہانے شروع کیے تو امیر معاویہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) اس کے بھیجنے سے رُک گئے۔ اس جنگ میں لوگوں کو بھوک پیاس اور سخت بیماری پہنچی تو یزید نے یہ اشعار کہے ؎ مجھے پروا نہیں کہ ان لشکروں کو مقام فرقدونہ میں بخار تنگی اور تکلیف سے دوچار ہونا پڑا۔ جب کہ میں دیر مرّان میں اونچی مسند پر تکیہ لگائے ہوئے اُمّ کلثوم کو اپنے پاس

لیے بیٹھا ہوں۔ اُمّ کلثوم بنت عبداللہ ابن عامر یزید کی بیوی تھی۔ یزید کے یہ اشعار امیر معاویہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) تک پہنچے تو انہوں نے قسم کھائی کہ اب میں یزید کو بھی سفیان بن عوف (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کے پاس روم کی زمین میں ضرور بھیجوں گا تاکہ اسے بھی وہ مصیبتیں پہنچیں جو لوگوں کو پہنچی ہیں۔

معلوم ہوا کہ جو پہلا لشکر روم کی طرف جہاد کے لیے بھیجا گیا۔ اس کے قائد و امیر حضرت سفیان بن عوف (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) تھے یزید ہرگز نہ تھا۔ امیر معاویہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) نے اس کو اول جیش میں شرکت کا حکم ضرور دیا تھا مگر یہ اپنی شقاوت و نامرادی اور بزدلی کی وجہ سے اس پہلے لشکر میں شامل نہ ہوا اس لیے بشارت اور مغفرت کا مستحق نہ ہوا۔

البتہ امیر معاویہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کو جب یزید کے مذکورہ بالا اشعار کا علم ہوا اور اس کے جہاد سے بلا عذر شرعی گریز کو آپ نے دیکھا تو پھر بطور زجر و توبیخ بعد میں اس کو محاذ پر زبردستی بھیجا جو اس امر کی دلیل ہے کہ وہ رضاءِ اِلٰہی اور اسلام کی سربلندی کے لیے نہیں گیا بلکہ اسے مجبوراً جانا پڑا (جیسا کہ حضرت امیر معاویہ کی قسم کے الفاظ سے واضح ہے) اور اعمال کے مقبول و محمود ہونے کے لیے خلوص للّٰہیت شرط ہے اور وہ یزید میں نہیں پائی گئی۔ اس لیے وہ اس بشارت کا قطعاً مستحق نہیں قرار پاتا ____ یہی وجہ ہے کہ جمہور ائمہ نے یزید کو فاسق، فاجر، ظالم، شرابی، بدکار اور نواسہ رسول سیدنا امام حسین علیہ السلام کے قتلِ ناحق کا مرتکب قرار دیا ہے۔ امام ربانی مجدد الف ثانی فرماتے ہیں۔ یزید بے دولت صحابہ کرام سے نہیں۔ اس کی بدبختی میں کس کو کلام ہے۔ جو کام اس بدبخت نے کیے۔ کوئی کافر فرنگی بھی نہ کرے گا۔ مکتوبات ص ۵۴ مسلم شریف کی حدیث میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:۔

لَا یُرِیْدُ اَحَدٌ اَھْلَ الْمَدِیْنَۃِ بِسُوْءٍ اِلَّا اَذَابَہُ اللّٰہُ فِی النَّارِ ذَوْبَ الرِّصَاصِ۔ (مسلم ج ۱ ص ۴۴۰)

جو بھی اہلِ مدینہ کے ساتھ بُرائی کا ارادہ کرے گا۔ اللہ تعالیٰ (دوزخ میں) اس کو ایسے پگھلائے گا جیسے رانگ کو پگھلایا جاتا ہے۔

اور یہ بات تواتر سے واضح وثابت ہے کہ یزید پلید نے اہلِ مدینہ پر ناحق ظلم ڈھانے کے لیے ۱۲ ہزار فوج سے چڑھائی کی جسے واقعہ حرہ سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ یہ ۶۳ھ کا واقعہ ہے جس کی وجہ سے مسجد نبوی میں پنجگانہ نمازیں نہ ہو سکیں۔ یزید کی ظالم فوج نے مدینہ منورہ کو اپنی بربریت کا نشانہ بنایا۔ ہر طرف لوٹ مار کی۔ امام زہری کی روایت کے مطابق سات سو معززین (صحابہ) اور دس ہزار کے قریب ساکنانِ مدینہ شہید ہوئے۔ یزیدی فوج کی وحشت کی انتہا یہ تھی کہ اہل مدینہ کے گھروں میں گھس کر بے دریغ مستورات کی عصمت دری کی۔ حافظ ابن کثیر علیہ الرحمۃ کہتے ہیں کہ ان دنوں ایک ہزار مستورات زنا سے حاملہ ہوئیں۔ ان ظالمانہ کافرانہ واقعات کی تفصیل طبری ج ۴ ص ۳۷۲، البدایہ ج ۸ ص ۲۱۹، ابن الاثیر ج ۳ ص ۳۱۰ میں درج ہے۔ اس کے بعد یہ یزید کے فوجی حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے لڑنے کے لیے مکہ معظّمہ پر حملہ آور ہوئے۔ کعبہ پر سنگباری کی اور آگ برسائی۔ کعبہ کی ایک دیوار شکستہ ہوئی ____ اور سب سے بڑا ظلم اور اس کی شقاوت یہ ہے کہ اس نے نواسۂ رسول سیدنا امام حسین علیہ السلام کی حرمت کا ذرا بھی خیال نہ کیا اور نہایت بے دردی کے ساتھ نہ صرف ان کو شہید کرایا بلکہ آپ کی مقدس لاش سے جو کچھ تھا لُوٹا گیا۔ حتیٰ کہ کپڑے تک اُتار لیے گئے اور اس پر گھوڑے دوڑائے۔ حتیٰ کہ ان کی قیام گاہ کو بھی لُوٹا گیا اور خواتین اہلبیتِ اطہار کے جسم سے چادریں تک اُتار لی گئیں۔ پھر تمام شہداء کربلا کے سر کاٹ کر ظالم ابن زیاد نے نہ صرف ان کی

بر سرِ عام نمائش کی بلکہ کوفہ کی جامع مسجد میں ممبر پر کھڑے ہو کر اعلان کیا۔ حمد ہے خدا کے لیے جس نے حق کو غلبہ عطا فرمایا۔ امیر المومنین یزید اور اس کے ساتھیوں کی مدد کی۔ وَقَتَلَ الْكَذَّابَ ابْنِ الْكَذَّابِ الْحُسَيْنِ ابْنِ عَلِيٍّ۔ جس کی تفصیل البدایہ ج ۸ ص ۱۷۰، طبری ج ۴ ص ۳۰۹ اور ابن الاثیر ج ۳ ص ۳۸۲ میں دیکھی جا سکتی ہے چنانچہ فقہ حنفی کے محقق حضرت امام ابن ہمام کا یہ قول علامہ علی قاری نے شرح فقہ اکبر ص ۸۷ نقل کیا ہے۔ آپ نے فرمایا کہ یزید کے کافر ہونے میں اختلاف کیا گیا ہے۔ بعض علماء نے اسے کافر کہا کیونکہ اس سے ایسی باتیں ظاہر ہوئیں جو اس کے کفر پر دلالت کرتی ہیں۔ مثلاً شراب کو حلال کرنا اور سیدنا امام حسین اور آپ کے ساتھیوں کے قتل کے بعد یہ کہنا کہ میں نے بدلہ لے لیا ہے اپنے بزرگوں اور سرداروں کے قتل کا جو انہوں نے غزوہ بدر میں کیے۔ شاید اسی وجہ سے سیدنا امام احمد بن حنبل رضی اللہ عنہ نے یزید کی تکفیر کی ہے۔ نیز اہلسنت و جماعت کے عقائد کی معتبر کتاب شرح عقائد میں حضرت علامہ سعد الدین تفتازانی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں کہ یزید کا سیدنا امام حسین علیہ السلام کے قتل پر راضی ہونا اہلبیت نبوت کی توہین کرنا تواتر معنوی سے ثابت ہے۔ اس لیے ہم اس کے حال بلکہ ایمان میں توقف نہیں کرتے۔ اللہ کی لعنت ہو یزید پر اور اس کے اعوان و انصار پر (فقہ اکبر)

میں کہتا ہوں کہ جلیل القدر ائمہ اہلسنت محدثین مفسرین اولیاء امت کا یزید پلید کو فاسق و فاجر ظالم، قاتل حق کہ کافر تک قرار دینا اس امر کی چمکتی ہوئی دلیل بھی ہے کہ سمندری راستہ کے ذریعہ جس لشکر کے متعلق حدیثِ مبارکہ میں بشارت آئی ہے۔ یزید پلید سرے سے اس میں شامل ہی نہیں تھا۔

(فیض الباری فی شرح صحیح البخاری، پارہ گیارھواں، بارھواں، کتاب الجہاد، صفحہ 357 تا 360، شعبہ تبلیغ مرکزی دارالعلوم حزب الاحناف، گنج بخش روڈ لاہور)

اس کتاب میں کسی کی غلطی پائیں تو وہ غلطی میری ہی شمار کی جائے اور درستگی کے لئے اصل حوالوں کی طرف رجوع کر لیا جائے۔ اللہ تعالیٰ اپنے حبیب اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے طفیل امام عالی مقام سیدنا امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی سچی پکی محبت عطا فرمائے اور کل قیامت ہمارا حشر اہلبیت کے جھنڈے سائے تلے فرمائے آمین بجاہ النبی الکریم وعلیٰ آلہ واصحابہ واہلبیت وذریتہ اجمعین

کتابیات

1۔	نزھۃ القاری شرح صحیح بخاری	علامہ شریف الحق امجدی
2۔	امام پاک رضی اللہ علیہ اور یزید پلید علیہ مایستحقہ	علامہ محمد شفیع اوکاڑوی
3۔	مراۃ شرح مشکوٰۃ	مفتی احمد یار خاں نعیمی
4۔	فیض الباری فی شرح صحیح البخاری	علامہ سید محمود احمد رضوی
5۔	تاریخ الخلفاء مترجم	امام جلال الدین سیوطی
6۔	شرح حدیث قسطنطنیہ	علامہ محمد فیض احمد اویسی
7۔	حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ	علامہ محمد فیض احمد اویسی
8۔	تاریخ مدینہ المعروف جذب القلوب	شیخ عبد الحق محدث دہلوی

غیر مطبوعہ کتب

ایک حدیث تین باتیں
ایک حدیث ایک بات تین تاکید
درود شریف
حیات النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم
پیدائش مولیٰ کی دھوم
میلاد قرآن و حدیث کی روشنی میں
میلاد النبی ﷺ کا ثبوت
بے مثل و لازوال محبت
شان عظمت اہل بیت رضی اللہ عنہم
عقائد امام ربانی مجدد الف ثانی علیہ الرحمہ
ایمان کی بنیاد
اصلی چہرے
انگریز کے ایجنٹ کون؟
ننگے سر نماز
پاکستان کے مخالف علماء
حکیم الامت کی فحش باتیں
زمین ساکن ہے
بے ادبیاں اور گستاخیاں
راہ ہدایت
کیا یزید جہاد قسطنطنیہ میں شریک تھا؟
نماز کی باتیں
باطل اپنے آئینے میں
تحریک پاکستان اور معارف رضا

وہابی جہاد کی حقیقت
وسیلہ کا ثبوت
علماء دیوبند کا دوغلہ پن
دیوبندی کرتوت کے چند نمونے
حکیم الامت کے ڈھنگ نرالے
جہاد یا فساد
خوابوں کی کہانی
ایک چہرہ دو روپ
مشابہت
تقویۃ الایمان کا جائزہ
مودودیت کیا ہے؟
شب برات ایک عظیم رات